Lesson 3: Al-Kahf (Ayaat 19- 31): Day 13

سُوۡرَةُ الكهف کی تفسیر

بحث اور جھگڑے کا اگلا حصہ:۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

بعض لوگ) اٹکل پچو کہیں گے کہ وہ تین تھے (اور) چوتھا ان کا کتّا تھا۔ اور (بعض) کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتّا تھا۔ اور (بعض) کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتّا تھا۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے ہی لوگ (جانتے ہیں) تو تم ان (کے معاملے) میں گفتگو نہ کرنا مگر سرسری سی گفتگو۔ اور نہ ان کے بارے میں ان میں کسی سے کچھ دریافت ہی کرنا۔

لوگ ان کی تعداد کے بارے میں جھگڑنے لگ گئے اللہ تعالیٰ نے کہا رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وہ ہر بات میں تکے چلاتے ہیں اور بعض لوگوں کا مشغلہ یہی ہوتا ہے کہ ہر بات میں اپنی رائے دینا, معلوم ہو یا نہ ہو وہ بول دیتے ہیں اور یہ خطرناک بات ہے. ہر وقت بولتے رہنا کبھی سیاست پہ، کبھی گرمی پہ، کبھی سردی پہ، کبھی اداکاروں پہ یہ پسندیدہ بات نہیں ہے رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ آج کے دور میں میڈیا اور گیجٹس نے ہمارے لئے اور بھی مسائل کھڑے کر دیے ہیں۔ اگر ہر وقت انسٹرکشن دیں گے تو دوسروں کا تو دماغ نہیں کھلے گا رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ میں کہہ کے اپنے سر پر کیوں لوں۔ اگر اچھا کریں گے تو ان کو اچھا اجر ملے گا اور اگر غلطی کریں گے تو غلطی سے سیکھ لیں گے۔ تو ہر بات میں اپنا دخل نہ دیں بعض خواتین، لڑکیاں اپنے شوہروں کی ہر بات میں ٹانگ اڑاتی ہیں۔ کہاں گئے، کیا کھایا، کیا پیا، کیا کرنا ہے، یوں لگتا ہے کہ شادی کے بعد انسپکٹر کی ضرورت نہیں رہتی اور بیوی ایک بیسٹ پولیس انسپکٹر بن سکتی ہے۔

ایک بیوی اپنے میاں سے کہہ رہی تھی کہ تم میری بات مانتے ہی نہیں تو اس نے کہا کہ ہاں ایک لفظ اور بڑھالو میں تمھاری ہر بات نہیں مانتا۔رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ‌ۚ کرنے دیں جو کرتے ہیں۔ یہ سارے دماغ پر بوجھ ہیں۔اُس کو پیسے نہ دیں،ماں سے نہ ملیں،بہن سے نہ ملیں،اعتماد رکھیں اور بہت بے تکی باتیں نہیں کرنی چاہیں۔وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ اور کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا تو رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ آخر میں ہونا چاہیے تھا۔ مفسرین نے اس پر بھی بحث کی ہے۔کہتے ہیں کہ شاید وہ سات ہی تھے کیونکہ تین اور پانچ کے بعد تو رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ‌ۚ کا ذکر کیا گیا لیکن وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ کے بعد نہیں کہا گیا اور اس کی ایک خوبصورت دلیل اُوپر گزری ہے۔ آیت نمبر انیس میں لفظ قَالُوۡا ہے اور قالو جمع کیلئے آتا ہے اور جمع تین سے شروع ہوتی ہے۔یعنی عربی میں واحد،تثنیہ اور جمع ہوتا ہے۔تو دونوں جگہ قَالُوۡا ہے کہتے ہیں کہ تین غار میں تھے 3 اس پہ بحث کر رہے تھے اور ساتویں کو کھانا لینے بھیجا تھا کیونکہ دونوں جگہ لفظ قَالُوۡا آیا ہے۔ تین ہوں یا پانچ ہوں یا سات ہوں اس سے کیا فرق پڑتا ہے اللہ تعالی کہتے ہیں کہ تم بات کو سمیٹو۔

قُلْ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے ہی لوگ (جانتے ہیں)۔

ہمارا دین تعداد پر منحصر نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بتا رہے ہیں کہ تم بات کی اصل پہ رہا کرو۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے ہاں تعداد کی بڑی اہمیت ہے۔ کہیں درس سے ہو کے آئیں،لوگ کتنے تھے،ووٹ کتنے ملے،ڈشز کھانے میں کتنی تھیں اور کتنے جوڑے بنائے گئے،تعداد بہت ڈھونڈتے ہیں۔ حتیٰ کے قرآن پڑھتے ہوئے بھی یہی کہتے ہیں کے کتنی دفعہ پڑھ لیا۔ اکثر بہنیں سوا سوا لاکھ آیت کریمہ پڑھنے کے لئے بیٹھی ہوتی ہیں۔ یہ تعداد سے اور گنتی سے کچھ نہیں ہوتا،اصل چیز "معیار" ہے۔ہم قرآن جتنی دفعہ مرضی پڑھ لیں یا پڑھالیں دیکھنا یہ ہے کہ غلطی کتنی بار کی ہے۔ تو

تعداد میں مت پڑیں، لوگ کتنے آپ کی بات سننے کے لئے آتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا صرف یہ دیکھیں کہ اس کے بعد کتنے جمتے ہیں، اور کتنے اس کے بعد اس سے اپنی زندگی تبدیل کرتے ہیں۔

1:۔ ہمیں بحث میں نہیں پڑنا چاہیے۔

2:۔ ہمیں گنتی میں نہیں پڑنا چاہیے۔

اِلَّا قَلِيْلٌ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ان میں سے ہوں، یعنی میں سب سے کم جانتا ہوں۔ ابن عباس میں کتنی عاجزی تھی یعنی میں سب سے کم دین جانتا ہوں۔ اس لیے ہمیشہ اپنے آپ کو عاجزی پر رکھیں ۔ بہت بڑی بڑی باتیں نہ کریں۔ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا۔ تو تم ان (کے معاملے) میں گفتگو نہ کرنا مگر سرسری سی گفتگو۔ یعنی اے نبیؐ آپ ان کی اس بحث میں مت پڑیں یعنی مکہ والوں اور مدینہ کے یہود سے نہ چھیڑیں۔ انہوں نے قصہ پوچھا تھا آپ نے انہیں سنا دیا۔ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔ اور نہ ان کے بارے میں ان میں کسی سے کچھ دریافت ہی کرنا۔ جو بات دین اور اقامت دین کے حوالے سے اہم نہ ہو، اس پہ بے مقصد چھان بین کرنا، بحث اور جھگڑے میں پڑنا، یہ وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ لوگ بے مقصد چیزوں میں اپنا وقت لگا دیتے ہیں۔ انسان با مقصد چیزوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ یہاں قصہ پورا ہوا۔

پورے قصے کا خلاصہ۔

اس قصے کا خلاصہ یہ نکلا کہ بے مقصد، اور بے معنی باتوں پہ دھیان مت دیں۔ مختصر بات کرنی چاہیے اور باتوں کو طول نہیں دینا چاہیے۔ ایسی بات جس سے جھگڑا شروع ہونے لگے اس کو پہلے ہی بند کر دیں ۔ کسی انسان کو کھو دینا یہ زیادہ بڑا نقصان ہے، جھگڑے میں آپ کے ہارنے سے۔ لوگوں کو ضائع نہ

کریں۔ دوسروں کو ہرانے کی کوشش نہ کریں انشاءاللہ اس سے بہت فائدہ ہو گا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت بڑا نہ بنائیں۔ بات ڈائننگ ٹیبل سے شروع ہوتی ہے اور کئی دن ختم نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی ہمیں بحثوں سے بچائے اور عمل والا بنادے۔

قصے میں عمل کی کتنی ساری باتیں ہیں۔ اگر کسی کو صرف ایک قصے کی نظر سے لیں گے تو تھوڑا سا مزہ آئے گا لیکن مزہ تو چلا جاتا ہے۔ لیکن جو نصیحت اور عبرت ملتی ہے وہ بہت دیر تک باقی رہتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے معاملے کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور خوبصورت حکم دیا جو اصل میں تو ہمارے لئے تھا۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔

بلکہ اس کی جگہ کیا کہا کریں۔

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

مگر (انشاءاللہ کہہ کر یعنی اگر) خدا چاہے تو (کر دوں گا) اور جب خدا کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو۔ اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے۔

یعنی یہ کہنے کی بجائے کہ یہ کام میں کل کر دوں گا بلکہ ان شاءاللہ کہاں کریں کہ اللہ پہ بات چھوڑ دیں یہ زیادہ بہتر ہو گا وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ اور اگر کبھی یہ کہنا بھول جائیں تو پھر اپنے رب کو یاد کر لیا کریں ۔وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے۔ بہت ہی خوبصورت حکم ہے۔ پیچھے واقعے کی آغاز میں بتایا گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب وہ تین سوال کئے گئے تھے تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ میں ان کے جواب آپ کو کل دے دوں گا۔ آپؐ کا خیال تھا کہ کل تک جبرائیل آئیں گے

تو ان سے پوچھ کے بتادوں گا لیکن آپ بھول گئے۔ یا پھر اللہ نے آپؐ کو بھلوا دیا۔ اس سوچ کے ساتھ کہ بعد میں اُمت کو بھی ایک سبق مل جائے گا۔ جب پندرہ دن گزرنے کے بعد جبرائیلؑ آئے تو اللہ کے نبیؐ کے اوپر ایک بوجھ اور شرمندگی تھی تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کو اپنے اوپر نہیں لینا۔

یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس آیت میں ایک تو انسان کو اِنْ شَآءَاللّٰہُ کہنے کے بارے میں کہا جارہا ہے اور دوسرا انسان کی سوچ بھی سیدھی کی جارہی ہے کہ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ تیسرے پارے کی سورۃ کے آخر میں آتا ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ وہ نہیں ہوگا جو تم چاہو گے بلکہ وہی ہوگا جو اللہ رب العالمین چاہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول۔ کہ میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا۔ میں ایک ارادہ کرتا ہوں کہ میں یہ کرونگا لیکن پھر میں نہیں کرتا، میں سوچتا ہوں کہ وہ کونسی طاقت ہے جس نے میرا ارادہ بدل دیا۔

ہم خود بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ہم دن رات میں کتنے نیتیں کرتے ہیں اور پھر ارادے بدل جاتے ہیں بڑی بڑی نیتیں نہ کریں اکثر بیشتر ہم رات کو بڑے بڑے کھانے پکانے کی نیت کرکے سوتے ہیں لیکن اگلی صبح ہم وہ نہیں کرپاتے یہ آپ کے دال چاول کے ارادے کو کس نے بدلا۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ اللہ بندے کو توڑتا ہے۔ بندگی کا رنگ ایک دم سے نہیں چڑھتا۔ بعض دفعہ ہم انسان بچوں والا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا دل کرتا ہے کہ جو ہم کہیں وہی ہو۔ ہم دعا مانگیں تو فوری قبول ہوں اور اس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہم جو کہہ دیں وہ ہوجائے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اس طرح سے نہیں چاہتا، اس کی وجہ ہماری انا کو توڑنا ہوتا ہے۔ بہترین مینیجمینٹ کا اصول ہے کہ جو چیز دوسروں کو مشکل لگے وہی کروائیں، اگر کوئی خود کو بدلنا چاہتا ہے۔ اگر ہر بات ان کے کہنے پہ بدلنی ہو تو پھر ان کو فائدہ زیادہ نہیں

ہو گا۔ اکثر شادیوں کے بعد بیویاں لاڈ سے بتا دیتی ہیں شوہروں کو کہ مجھے یہ پسند ہے یہ نہیں پسند اسی طرح سے ایک واقعہ ہے۔ ایک بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے شلجم پسند نہیں ہیں۔ اس کے بعد اس کے خاوند آٹھ دن مسلسل شلجم ہی لائے۔ نتیجہ کیا نکلا کہ ان کی بیوی کو اب شلجم بہت پسند ہیں۔ تو بچوں کی بھی مرضیاں تڑوائیں۔ بچہ ہو یا بڑا ہو، چاہتا یہی ہے کہ میری چلے اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ کہہ کر اللہ تعالٰی کہتا ہے کہ میری ہی چلے گی۔ تو اس بات کو صرف زبان پر ہی نہ رکھیں یعنی صرف اس اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ کو زبان پہ ہی نہ رکھیں۔ کسی کو کوئی بھی مشکل آئے، حالات ساتھ نہ دیں صرف ایک کام کر لو تمھارے سب جذبے بدل جائیں گے کہ اِلَّآ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ میرے ساتھ وہی ہونا ہے جو میرا رب چاہے گا۔

جب ایک دفعہ کسی کی غلامی کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر اس کا کوئی حکم بھی برا نہیں لگتا۔ جب ہم کہتے ہیں اِیَّاكَ نَعۡبُدُ اصل میں کہتے ہیں کہ اللہ میرا مالک میں تیرا غلام۔ اللہ کے لیے مثال نہیں صرف سمجھنے کے لئے کہ اللہ میں تیراا یمپلائی تو میرا ماسٹر، ایمپلائی لفظ کے ساتھ ہی ذہن میں آتا ہے کہ ماسٹر کوئی کام دے گا، ایمپلائی انکار نہیں کر سکتا۔ لفظ "بندے" کے اندر چھپا ہوا ہے کہ کچھ ہدایات اوپر سے آئیں گی اور مجھے اُن کو ماننا ہے۔ ہم ہر وقت عبادات میں نہیں گزارتے۔ لیکن ہم ہر وقت رب کے غلام ہے۔ وہ ہمارے ساتھ جب، جیسا معاملہ کرے کہہ دیں اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ جو کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔ رضیت باللہ ربا و بالاسلامِ دینا۔ یہ بھی بندگی کا حصہ ہے۔ اپنے حالات کو قبول کریں۔ اپنے اوپر ترس اور رحم کھانا چھوڑ دیں۔ یہ بھی ایک سزا ہوتی ہے کہ ہم اپنے حالات سے خوش نہیں ہیں۔ کہیں کہ میرا ہر فیصلہ میرے رب کا فیصلہ ہے، اس پہ خوش ہوں کیونکہ میں اس کی بندی ہوں ۔جب کہے گا نماز پڑھو تو میں نماز پڑھوں گی لیکن اس کے علاوہ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ جو اللہ نے کیا ہے صحیح کیا ہے۔ اس لئے زندگی میں خوش رہنے کا راز کہ "میرے رب نے میرے لیے جو فیصلہ کیا ہے میں اس پہ خوش ہوں"۔ اور جو حالات پیش آئیں اس پہ خوش اور مطمئن رہیں۔

اگر آپکا بچہ گر جائے اور آپکا ڈرائیور اُسے نہ اُٹھائے اور آپ اُس سے پوچھیں کہ تم نے بچے کو اُٹھایا کیوں نہیں تو وہ کہے گا کہ آپ نے مجھے کب کہا تھا کہ آپ کی ڈیوٹی میں یہ بھی شامل ہے۔یہی رویہ ہمارا اللہ کے ساتھ ہے۔ہم بہت بھولے بنتے ہیں لیکن اللہ ہمیں جن جن چیزوں سے گزارتا ہے اس میں اللہ کے اشاروں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔یہ جو ہم اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہتے ہیں اصل میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا یہ ہے کہ میرا معاملہ اللہ تیرے ہاتھ میں ہے۔انسان اپنی قیمتی چیز اسی کو دیتا ہے جس پر اعتبار ہوتا ہے۔فرض کریں آپ ڈائمنڈ گولڈ کی رنگ کسی مضبوط ہاتھ کو دیں گے کہ اس کو سنبھال کے رکھنا۔اللہ پر توکل وہی کرے گا، جو اللہ کو بڑا سمجھے گا تو لہذا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا سیکھیں۔اپنے آپ کو بڑا نہ بنائیں اور جب آپ کی سوچ پوری نہ ہو، اپنے بچے کو کچھ اور بنانا چاہا تھا وہ کوئی اور بن گیا۔آج کے دور کا بہت بڑا روگ ہے کہ بچے کچھ اور چاہتے ہیں

آپ کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔کہیں بیٹا اللہ نے جو آپ کے معاملے میں سوچا ہے وہ ٹھیک ہے۔ایک ماں سے اس کا بچہ ناراض ہے۔بچے کو ماں باپ سے گلہ ہے کہ آپ نے مجھے ایک جگہ رہنے نہیں دیا جس کی وجہ سے میرا فیوچر نہیں بنا۔حالانکہ حالات ہی ایسے تھے۔ماں باپ جو بھی کرتے ہیں برا سوچ کر نہیں کرتے۔اپنے بچوں کی ذہن سازی کریں۔

اس چیز کو دیکھیں کہ اللہ کی ذات جو کرتی ہے وہ بہترین کرتی ہے۔اور مسلمانوں سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں ہوگا کہ جن کی معاشی، معاشرتی اور اجتماعی زندگی کو بھی اللہ نے عبادت بنا دیا۔مستقبل کے لئے بات کریں تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ، خوبصورت چیز دیکھیں تو سبحان اللہ، کوئی نعمت ملے تو الحمدللہ۔کوئی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی تو کہا، مَاشَآءَ اللّٰہُ ہر چیز میں اللہ۔یہی اصل میں بندگی اور توحید ہے۔اللہ کے علم اور اس کے حکم پر اعتبار ہو، تقدیر پر اعتبار ہو، اللہ کے اختیار اور اس کے اقتدار پر اعتبار ہو۔اور اسی طرح دیکھیں گے کہ جن سورتوں میں توحید کا ذکر ہے، ان میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَاشَآءَ

اللهُ، اِنۡ شَآءَ اللهُ، سُبۡحَانَ اللهِ کے ٹائٹل کے لفظ بہت ملتے ہیں جیسا کہ اس سورۃ میں بھی ہے۔ اگر بھول جاتے ہیں تو کہا وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيۡتَ عادت آہستہ آہستہ ہی بنتی ہے۔ کوئی بھی نیکی کریں تو اس کو اچھے طریقے سے استعمال کریں۔ جب ہم اِنۡ شَآءَ اللهُ کہتے ہیں تو اس میں دو چیزیں آتی ہیں۔

1۔ مستقبل کی خبر دیتے ہیں،، کروں گا، کھاؤں گا، آؤں گا، جاؤں گا،

2۔ دوسرا اس میں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ یعنی پختہ ارادہ کرتے ہیں کہ جی اللہ میں ضرور جاؤں گا۔

اس کو پھر صحیح موقع محل سے صحیح استعمال کریں۔ بعض دفعہ ہماری زندگی کی عام گفتگو ہوتی ہے مثلاً کیا پکانا ہے کیا کھانا ہے، تو اس میں اِنۡ شَآءَ اللهُ کہنا یہ کوئی زیادہ ضروری نہیں ہوتا۔

عام طور پر کوئی یہ پوچھے آپ یہ کریں گے تو اِنۡ شَآءَ اللهُ ضرور۔ لیکن دل میں یہ خیال رکھیں۔ کہ جب اللہ چاہے گا۔ جو وہ کرے گا وہی ہو گا۔ اللہ چاہے تو میرے ارادے بدل جائیں۔ وَقُلۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّهۡدِيَنِ رَبِّىۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ هٰذَا رَشَدًا اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے۔ بہت ہی خوبصورت اصول ہے۔ آپ سوچتے ہیں کہ میں یہ کروں گی لیکن ہو سکتا ہے کہ اللہ آپ کو اس سے بہتر کوئی راستہ دکھا دے۔ تفویض الامر اللہ۔ تفیض سپرد کرنے کو کہتے ہیں افوض امر اللہ پیچھے بھی گزرا ہے اپنے کام اللہ کے سپرد کرتے ہیں جب بندے کی یہ کیفیت ہو کہ جب اللہ کو منظور ہو گا تو میں اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گی، نہیں ہے تو پھر لِاَقۡرَبَ مِنۡ هٰذَا رَشَدًا تو اللہ اس سے بہتر اسباب پیدا کر دے گا۔ اور استخارہ کی دعا بھی یہی ہے۔

استخارہ کی دُعا۔ اَللّٰهُمَّ اِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ خَيۡرٌ لِّىۡ فِىۡ دِيۡنِىۡ وَمَعَاشِىۡ وَعَاقِبَتِ اَمۡرِىۡ، فَقۡدُرۡهُ لِىۡ وَيَسِّرۡهُ لِىۡ ثُمَّ بَارِكۡ لِىۡ فِيۡهِ، وَاِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّىۡ فِىۡ دِيۡنِىۡ وَمَعَاشِىۡ وَعَاقِبَتِهٖ اَمۡرِىۡ، فَصۡرِفۡهُ عَنِّىۡ وَصۡرِفۡنِىۡ عَنۡهُ، وَاقۡدُرۡ لِىَ الۡخَيۡرَ حَيۡثُ كَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِىۡ بِهٖ۔ اللہ اگر تیری نظر میں میرا

یہ کام اچھا ہے میرے دین دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے تو اس کی قدرت مجھے دے اور میرے لئے آسان کر دے اور اس میں برکت ڈال دے اور اگر تیری نظر میں میرے لئے یہ چیز اچھی نہیں، دین ، دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے دور کر دے اور اس سے بہتر عطا کر۔

استخارہ کرنے کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جس چیز کے لیے آپ استخارہ کر رہے ہیں وہ تو اچھی نہیں تھی لیکن وہ چیز جو ابھی دور تھی قریب آجائے گی۔ تو کسی بھی چیز کا استخارہ کرنے سے اگر وہ چیز آپ کے نصیب میں نہیں ہے تو اللہ اس سے بہتر عطا کر دے گا۔ تو وہ فارسی کا ایک شعر بھی ہے۔

میں نے اپنا سب کچھ تیرے سپرد کر دیا۔ اب تو ہی جانے کہ میں نے نیکیاں کم کی ہیں یا زیادہ

ہم اپنے معاملات ٹھیک نہیں کر سکتے۔ یہ وہی کرے گا جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾

اور اصحاب کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اپنی غار میں رہے۔ وہ دنیا جو اللہ سے دور کرے اس کو چھوڑا۔ اللہ نے ان کو غار کا مالک بنا دیا۔ پھر وہ ایک غار کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے مالک بن گئے۔ اگر یہ بات سمجھ آجائے تو پھر کبھی بھی ہم اللہ کے راستے میں قربانیاں دینے سے دریغ نہ کریں۔ ایک چیز جو ہم اپنی خوشی سے اللہ کے لئے چھوڑ دیں تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ اس میں تھک جائیں گے کہ اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ یہ مجھے دنیا ہی تو نہیں ملنے لگ گئی اور اللہ یہ دنیا میں ہی مل رہا ہے تو کہیں میری آزمائش تو نہیں۔ سورہ کہف سیکھ کے پڑھنا اور بغیر سیکھے پڑھنا بہت فرق ہے۔ پھر وہ اس غار میں ثَلَٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ تین سو سال رہے۔ وَازْدَادُوا اس پر زیادہ کر دیا تِسْعًا نو، عربی کا کتنا

خوبصورت انداز ہے مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اللہ سبحان و تعالی نے ایسے کیوں نہیں کہا کہ وہ 309 سال رہے۔ یہ کیوں کہا کہ تین سو کے بعد پھر نو اور رہے؟

300 سال یہ شمسی ہیں اور اگر 309 کرلیں تو یہ قمری ہے۔ اگر 309 اکٹھا ہوتا تو پھر اگلا سوال ہوتا کہ وہ شمسی تھے یا قمری تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کا کلام۔ ہم اس کا حق نہیں دے سکتے کہاں وہ 309 سال رہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ کہہ دو کہ جتنی مدّت وہ رہے اسے خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں (معلوم) ہیں۔ وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی شریک کو کرتا ہے۔

پھر دوبارہ وہی انداز اور یہ مضمون کی تکرار ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی موضوع آرہا ہے کہ اچھا وہ کتنا عرصہ رہے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کو کہہ دو کہ اللہ کو پتہ ہے کہ وہ کتنا رہے لہذا بحث میں مت پڑو۔ اللہ کی ذات کے کاموں میں کوئی شریک نہیں جس طرح کہ اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں۔ ساتھی کارساز، مددگار، حمایتی، پشت پناہ اور لفظ وَّلِيٍّ ان سب لفظوں کو جمع کرلیتا ہے۔ لہذا اللہ کے اختیار میں کوئی شامل نہیں۔ اللہ اپنی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

سورہ یوسف آیت نمبر 40 اور آیت نمبر 67 میں بھی یہی بات تھی۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سن رکھو کہ خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حکم تو صرف اللہ کا ہے اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں بھی ہے وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِى الۡمُلۡكِ ﴿۱۱۱﴾ اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ جب اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں تو پھر میں اس کے حکم کو ماننے میں دوسروں کو شریک کیوں کروں۔ تو ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ خود کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ یہاں پہ لفظوں کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو صحابہ کہف کا قصہ پورا ہو گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے قصے کو اتنے پروٹوکول سے پیش کیا, اس لئے کہ یہ لوگ ہم سب کے لئے رول ماڈل تھے۔ یہ اس طرح کے لوگ تھے کہ جنہوں نے کر کے دکھا دیا۔ جو لوگ اللہ کے لیے اپنی زندگی کی روٹین توڑتے ہیں، آرام چھوڑتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو دوسروں سے زیادہ نفع والا بنا دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کو زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور کچھ کو کم۔ جو لوگ زیادہ قربانیاں دینے والے ہوتے ہیں وہ زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک سنت ہے۔ اگر پورے واقعے کو سننے کے بعد اس میں سے عمل کی باتیں نوٹ کریں تو ان کے قصے سے سب سے پہلے یعنی؛

1۔ عقیدے کی اصلاح ہوئی ہے۔

2۔ استقامت فی الدین سیکھا ہے۔

3۔ اللہ کے لئے کھڑا ہونا سیکھا ہے، اظہار سیکھا ہے۔

4۔ گفتگو اور بات کرنے کے بارے میں بھی سیکھا ہے کچھ سوچ کر بولو، بحث نہ کرو۔

5 اِنۡ شَآءَاللّٰهُ کہو، بیکار ادھر ادھر کی باتوں میں ہاں میں ہاں نہ ملا دو۔

6 اپنی نیکیوں کی حفاظت کریں اور جھگڑے نہ کریں۔

تو اللہ تعالیٰ سے ہم سب کی دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل والا بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واقعے کو نہ جانے کسی کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس قصے کی آخری بات کہ اپنی بات کو اِنۡ شَآءَ اللّٰہ کہہ کر اللہ پر ڈال دو اور اللہ تعالی ہی غیب کی بات کو جانتا ہے۔ جس وقت یہ نکلے تھے ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ان کو اتنی شہرت ملے گی کہ دنیا کی سب سے سچی کتاب میں رہتی دنیا تک ان کا ذکر ہو گا۔ تو عمل کی بات یہی ہے کہ آج اگر کوئی ہم نیکی کریں تو اس کے لئے کچھ سرٹیفکیٹ مت مانگیں۔ ہمیں کیا ملے گا، کوئی نیکی کروں گی تو اس کا انعام کیا ہو گا۔ بس اخلاص کے ساتھ کام کرتے جائیں جس طرح ہماری زبان میں ایک محاورہ ہے۔ نیکی کر دریا میں ڈال۔

مطلب یہ کہ نیکیوں کو نہ گنو اور نہ تولو، نہ ان کے ریکارڈ رکھو۔ بس کرتے جاؤ اور آگے بڑھتے جاؤ۔ اخلاص بڑھاتے جائیں گے، آپ کی نیکی کی قدر بڑھتی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بعد والوں کو ان کے عمل سے اس وقت فائدہ دلواتا ہے جب انہوں نے اللہ کی بات کو مانا اور ہدایت پر جمے رہے۔

2۔ اور دوسری بات نبیؐ کی زندگی کو تھوڑا سا ان کے ساتھ میچ کرتے ہیں جیسے یہ گھر سے نکلے اپنے دوستوں کے ساتھ ملے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر نکلے تو سب سے پہلے اپنے دوست حضرت ابو بکر صدیق کے پاس ہی گئے اور دوست پہلے سے ہی تیار تھے اور اس کے بعد پھر یہ غار میں گئے۔ اللہ کے نبیؐ غارِ ثور میں گئے۔ تین دن اور تین راتیں وہاں رہے۔ اس طرح تین کا لفظ بھی آگیا۔ پھر اسی طرح نبیؐ اس غار سے نکلے راستہ بدلہ اور جب مدینہ گئے۔ مدینہ میں آپؐ کو کتنی زیادہ محبت ملی اور کتنے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔ اللہ کے نبیؐ کے پیچھے انھوں نے بھی اسی طرح سو اونٹوں کی قیمت لگا دی تھی، جس طرح ان کے پیچھے بادشاہ کی دھمکی تھی۔ اس وقت آپؐ کے ساتھ ابو بکر صدیق کا نکلنا، جان ہاتھوں میں دینا تھا۔ لیکن وہ نکلے اور پھر ان قربانیوں کا اثر ہمیشہ رہا۔ اس کے

باوجود نبیؐ کو غیب کا نہیں پتہ تھا۔ اور اللہ کے نبیؐ کو آنے والے حالات کا پتہ ہوتا تو کبھی بھی طائف نہ جاتے۔ وہاں انہوں نے تو فائدہ ہی نہیں اٹھانا۔

اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سب واقعات کے ذریعے ہمیں اپنے ایمان کا محاسبہ سکھاتا ہے۔ یہ تو اپنی فکر کرو کہ تم کیا کرتے ہو ایک طرح سے یہاں سبق پورا ہو گیا ہے اور اب اگلی آیتوں میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ اُس جنت کے مزے بعد میں آئیں گے لیکن استقامت فی الدین کے مزے دنیا میں آتے ہیں۔ جب چاروں طرف لوگ پریشان ہوتے ہیں تو اس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے والے لوگ خوش ہوتے ہیں۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ اور اپنے پروردگار کی کتاب جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے۔

بالکل اسی طرح کا انداز 21 ویں پارے کی پہلی آیت میں بھی ہے سورۃ قصص میں اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ (اے نبیؐ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن دیا گیا، جو ذمہ داری دی گئی اس کو پڑھیے، وَاتْلُ سے تلاوت ہے، پڑھنا یعنی خود پڑھنا اور پڑھ کر سنانا، اس میں دونوں معنی آتے ہیں۔ یہاں قرآن کے پڑھنے کی بات ہے اور قرآن کا مزاج پڑھنے والا ہے وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ میں کہا گیا کہ آپ دوسروں کے لئے پڑھیں۔ جب دوسروں کے لئے پڑھیں گے تو پھر وہ سنیں گے، تو قرآن کا انداز سننے والا ہے۔ جب ہم قرآن خود پڑھتے ہیں اگرچہ تفسیر کے ساتھ ہی پڑھیں لیکن دوسروں کی زبان سے سننے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

تلاوت کی تعریف، تلاوت دو طرح کی ہوتی ہے۔ 1۔ تلاوت لفظی۔2۔ تلاوتِ عملی۔ لفظی تلاوت تو وہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں، قاریوں سے سنتے ہیں اور مذہبی کتابوں کو پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سائنس کی کتاب کی تلاوت کر رہی ہوں۔ حتیٰ کہ حدیث کے متن کو پڑھنا بھی تلاوت نہیں کہہ سکتے۔ اسی لئے قرآن کو وحیِ متلوہ کہتے ہیں یعنی وہ جس کی تلاوت کی جائے۔ اور حدیث کو عربی زبان میں وحی غیر متلوہ کہتے ہیں وہ وحی جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ تو یہاں تلاوت کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔ آپ پڑھ کر سنائیں، تو یہاں لفظی تلاوت مراد ہے۔

2۔ تلاوت عملی۔ تلاوت عملی کا مطلب ہے فالو کرنا جو پڑھا سنا اس پر عمل کرنا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت ہے کہ جب اللہ کے نبیؐ کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس وقت آپ کو صبر و استقامت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے۔ اسی لئے فرمایا سورہ نحل کی آیت نمبر 127 میں وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہ نبیؐ صبر کیجئے آپؐ کا صبر تو اللہ ہی کے سہارے پہ ہے۔

یعنی لوگ جتنا آپؐ کو ستائیں قرآن کی تلاوت کے ساتھ اپنا تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط کریں۔ حق اور باطل کی کشمکش میں جب بھی مشکل وقت آیا تو اللہ کے نبی صلیؐ نے قرآن کو تھام لیا اور اللہ کے اس حکم پر عمل کیا کہ لوگوں کو قرآن کے ذریعہ ہی نصیحت دیں۔ ہم سب کے لیے بھی عمل کی بات ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی بات یا کوئی ناگواری آئے تو قرآن کھول کر پڑھنا شروع کر دیں۔ اس سے تسلی بھی ملے گی اور گائیڈ لائن بھی مل جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اے ابو موسیٰؓ ہمیں ہمارا ربّ یاد دلاؤ۔ کیونکہ ابو موسیٰ العشری کی تلاوت بہت خوبصورت تھی، جب تلاوت کرتے تھے تو شوق بڑھتا تھا، لوگ وجد میں آتے تھے۔ پھر وہ پڑھتے، صحابہ کرام سنتے اور روتے جاتے۔ اور اچھی تلاوت کا ایک معیار ہے کہ سننے سے دل نرم ہوتا ہے اور آنکھیں نم ہوتی ہیں۔

جب اللہ کے نبیؐ کو کہا گیا کہ آپ پڑھ کر سنائیں تو یہ حکم ہمارے لئے بھی ہے۔ قرآنِ پاک میں جہاں بھی اس طرح براہ راست حکم ہے وَاتْلُ پڑھیئے تو!

1۔ تو اس میں صرف آپؐ کو مخاطب کیا جاتا ہے، حکم کے معنوں میں جیسا کہ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ (بے شک دی)

2 دوسرا انداز ہوتا ہے کہ آپؐ کو بھی اور آپؐ کی امت کو بھی مخاطب کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ طٰہٰ: رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا، میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔

3۔ تیسری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ صرف آپؐ کو کہا جا رہا ہوتا ہے لیکن مخاطب ساری امت ہوتی ہے۔ جیسے سورۃ طلاق میں آتا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ تو گویا کہ نبیؐ کے ساتھ ساتھ یہاں ہمیں بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ بھی قرآن پڑھا کریں۔ جب صحابہ کرام اور نبیؐ قرآن کی تلاوت کرتے تو ان کا انداز ار تدبر، غور و فکر اور علم والا ہوتا تھا۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں ہر آیت کے بارے میں خوب جانتا ہوں کہ کب اُتری، سفر میں اتری یا حضر میں اور اگر میں جانتا ہوں کسی کے بارے میں کہ وہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے کسی آیت کو، تو سفر کرتے کرتے اونٹوں کے جگر پھٹ جائیں، لیکن میں وہاں جاؤں گا اور سیکھوں گا۔ لوگ دین کی خاطر اتنے زیادہ سفر کرتے تھے اور اتنا شوق رکھتے تھے وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور آپ نہیں پائیں گے اس کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ۔

کدھر جاؤ گے، راستہ بہت کٹھن ہے۔ اس راستے کے مسافروں نے اگر سختیوں کو برداشت نہیں کرنا تو اللہ تعالیٰ انکے لیے کیا کرے۔ جو لوگ اس راستے میں مشقتیں اور تکلیفیں نہیں سہتے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تو کہا کہ اس راستے میں مشکلات بہت آنی ہیں لیکن آپ نے کوشش

کرتے ہی رہنا ہے، یہاں تک کہ آپ کو کوئی بہترین جگہ مل جائے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ پھر جائیں گے۔ کہاں کہ لوگ تو ایک ایک گانے کا لفظ بھی سو بار دہراتے ہیں حالانکہ نہ کسی گانے کے لفظ پہ دس دفعہ نیکیاں ملتی ہیں اور نہ ان کے درجہ کی بلندی ہے۔ ہم ایک ایک آیت اس وقت پڑھتے ہیں جب ہم کوئی وظیفہ کرتے ہیں، وظیفہ اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے کوئی کام ہوتا ہے۔ لوگ ایک ایک آیت وظیفے کے لئے سوا لاکھ بار پڑتے ہیں، تو کیا یاد کرنے کے لیے دس بار نہیں پڑھ سکتے۔ علامہ اقبال کا ایک بڑا پیارا شعر ہے۔

کہ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو اہ بندہ نواز کو

یعنی اللہ کے سوا پناہ کہیں اور نہیں ملے گی۔ اَب آگے ہدایت کو سنبھالنے کا طریقہ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمہاری نگاہیں ان میں (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائشِ زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔

یہ ہے ایک نسخہ کہ اچھے لوگوں کی کمپنی میں آجاؤ۔ وَاصْبِرْ لفظ روکنے کے لئے آیا ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے احکام کی روشنی میں روک لینا، وَاصْبِرْ لفظ کسی کے ساتھ خود کو باندھ لینا، اپنے آپ کو ان

لوگوں کے ساتھ روک لو جو صبح شام رب کو پکارتے ہیں۔اچھی کمپنی ہدایت کے سفر کو موعقد کر دیتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے، کہتے تھے کہ برے لوگوں کی صحبت سے بچو کیونکہ یہ تمہیں نیک لوگوں کی صحبت سے بدگمان کر دیں گے۔

آزما کر دیکھیں چند دن دنیادار لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ لیں وہ مولویوں کے خلاف، درس دینے والوں کے خلاف بول کے آپ کے دل کو ہی بدل دیں گے۔اور جہاں یہ آیت اتری تھی وہاں مکہ والوں کا کچھ مطالبہ تھا کہ بلال حبشی، عبداللہ بن ام مکتوم، عمار بن یاسر، خباب جیسے لوگ مفلس نادار ہیں، آپؐ ان کے ساتھ کیوں بیٹھتے ہیں۔جن محفلوں میں یہ ہونگے ہم وہاں سیکھنے نہیں آئیں گے۔اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ ان کو مفلس نادار لگتے ہیں لیکن اللہ کی نظر میں یہ بہت اہم ہیں۔اللہ تعالی کہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہی بیٹھا کریں گے ان کے ساتھ بیٹھ کے ہیں آپکا دل خوش ہو گا، یہ وہ لوگ ہیں جو يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔آپ اپنی ایک چیک لسٹ بنالیں

1۔میں کن کو اپنی دوست بناؤں

2میری سہیلیوں میں کیا خوبیاں ہونی چاہیں۔

(1) نمبر ایک يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ رب کو صبح شام پکاریں (2) پھر دوسری خوبی يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وہ اللہ کی رضا کے طالب ہوں، اللہ کو خوش کرنا ان کی زندگی کا مقصد ہو۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ اور ان سے آپ کی نگاہیں نہ ہٹیں، لوگوں کو یہ گمان ہونے لگے کہ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا آپ دنیا کی زیب وزینت کو آرائش کرتے ہیں۔پھر وہی بات کہ ان غلاموں اور بے بس

لوگوں سے آپ کی توجہ ہٹ کر کہیں بڑے اور امیر لوگوں کی طرف نہ چلی جائے، جس سے لوگ یہ سوچنے لگ جائیں کہ دنیا کی زیب وزینت آپکو بہت اچھی لگتی ہے۔

ولید بن مغیرہ کتنا ہی با اثر کیوں نہ ہو، دولت مند ہی کیوں نہ ہو لیکن آپ اُمِ مکتوم کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

حقیقت ہے کہ اللہ کے نبیؐ کبھی بھی غریبوں سے نظریں نہیں ہٹاتے تھے لیکن آپؐ کو کہہ کر ہمیں سکھایا گیا اور دعوت و تبلیغ کرنے والوں کو ایک معیار دیا کہ امیروں کے دَر پہ جا کر نہ بیٹھو۔ ایسے لوگوں سے یہ لالچ تو کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسے با اثر لوگ دین پر آجائیں جو دوسروں کو بھی لے آئیں گے۔ یا پھر اتنے پیسے والے لوگ دین پر آئیں کہ کسی دکھ سکھ میں کسی دوسرے سے مانگنا ہی نہ پڑے، لیکن دکھاوے کے لیے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ سورہ حجر کی آیت نمبر 88 میں پڑھ چکے ہیں، لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾۔ تم اُس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے اِن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، اور نہ اِن کے حال پر اپنا دل کڑھاؤ، اُنہیں چھوڑ کر ایمان لانے والوں کی طرف جھکو۔ امیری غریبی کچھ نہیں ہوتی اسلامی امیری اور غریبی دل کی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ دین کی طرف بلانے والے کے لیے بڑا نازک معاملہ ہوتا ہے، معاشرے کے اونچے طبقے کے لوگوں کا بہر حال ایک اثر ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک حق کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے تو وہ دوسروں سے کئی گناہ زیادہ اچھا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے نبیؐ اور ان کے بعد والے لوگ خواہش رکھتے تھے کہ بڑے لوگ آئیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آپؐ نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے کسی کو اسلام دے دے اور اللہ نے قبول کی اور عمر کے اسلام کے بعد اسلام باہر آیا۔ غریب ایمان لے بھی آئیں تو وہ یا تو مجبوریوں کی یا ظلم کی چکی میں ہوتے ہیں۔ اور جب حضرت عمر اور حضرت حمزہ اسلام لائے تو مکہ

میں جو کمزوروں پر ظلم تھا وہ کافی حد تک کم ہو گیا۔ تو اس سوچ سے تو ہم مانگ تو سکتے ہیں لیکن ان کو اعلیٰ نہیں سمجھ سکتے۔

جب گورنر نے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو کہا کہ میرے بیٹے کو گھر آکر پڑھائیں تو انہوں نے کہا کہ علم کی محفل یہاں ہے، آپ ادھر تشریف لائیں میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ ان کی اس دور کی شان تھی۔ جتنی آپ کے اندر دین کے معاملے میں اَنا ہو گی لوگوں آپ سے اُتنا زیادہ فائدہ اٹھائیں گے اور جتنی لوگوں کو سہولتیں دیتے جائیں وہ اتنے ہی ڈھیلے ہوتے جاتے ہیں۔ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا غافل لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ سوچیں کہ میں کن لوگوں کے ساتھ بیٹھتی ہوں، کن کے ساتھ میری دوستی ہے۔ تو اشارہ یہی ہے کہ اللہ رُتبے کو نہیں مانتا، آپ بس کام کرتے جائیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے جائیں۔ جس میں خیر ہو گی اللہ لے آئے گا اور ایک روایت بڑی معروف ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی صحبت کی مثال عطر بیچنے والے کے جیسی ہے جو تمہیں خوشبو دے دے گا، نہیں تو بار بار ڈھکن کھولنے کی وجہ سے تمہیں کچھ تو خوشبو آ ہی جائے گی اس کے پاس بیٹھنے سے۔ اور بری صحبت کی مثال بھٹی پھونکنے والے کی ہے، کہ اس کا دھواں اور اس کی کالک تمہیں بھی پہنچے گا۔ اپنے بچوں کی اچھی کمپنی پر توجہ دیں۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی بہت خوبصورت ہے۔ کہ اللہ تعالی مجھے دنیا میں بھی مسکین رکھنا اور قیامت کے دن بھی مجھے مسکینوں کے زمرے میں سے اٹھانا۔

اس لئے کہ صحبت کا اثر بھی ہوتا ہے اور آخرت میں یہ لوگ جنت میں جلدی جائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غریب لوگ 500 سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے امیر لوگوں کی نسبت۔

اور اثر واقعی ہوتا ہے کہ انسان جس طرح کی محفلوں میں بیٹھتا ہے اس کا اثر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ یہ بھی دیکھ لیں کہ جب دل اللہ سے غافل ہونے لگتا ہے تو پھر خواہشات آجاتی ہیں اور وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا پھر کام حد سے بڑھتا ہے۔ اصل میں یہی لوگ ہیں جو اللہ کی یاد سے دور ہیں کھانے، پینے سونے اور جاگنے میں ہر جگہ افراط اور تفریط ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔ ہم نے ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر رہی ہوں گی۔ اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی (جو) پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (گرم ہوگا اور جو) مونہوں کو بھون ڈالے گا (ان کے پینے کا) پانی بھی برا اور آرام گاہ بھی بری ۔

دوبارہ لفظ الْحَقُّ آگیا۔ حق کے لیے کھڑا ہونا حق ہے، قرآن حق ہے اور اسلام حق ہے، مان جاؤ کہ یہ دین سچ ہے اور دل جمالو۔ اب کوئی بیچ کا راستہ نہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ کفار مکہ نے بیچ کا راستہ نکالنے کی کوشش کی تھی سمجھوتوں کے نام پہ، کچھ آپ ہماری مانیں کچھ ہم آپکی مانیں۔ دوٹوک بات ہے کہ الْحَقُّ کی طرف سے آگیا ہے، مان لو یا پھر چھوڑ دو۔ سورہ دہر آیت نمبر تین میں بھی آتا ہے۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اور) اسے رستہ بھی دکھا دیا۔ (اب) وہ خواہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا، ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا اسکی قناتیں ان کا احاطہ کرلیں گی۔ قنات سے مراد ٹینٹ اور تمبو ہیں۔ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا پھر وہ پانی

مانگیں گے، يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ، تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی (جو) پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (گرم ہوگا اور جو)، جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا بہت بُری چیز پینے کی ہوگی اور وہ جہنم بہت بری جگہ ہے۔ تیل کی تلچھٹ، پگھلا ہوا تانبا ۔ تو یہ ایک سیال قسم کا مایا یعنی مادہ ہوگا، لیکوڈ ہوگا اور اتنا گرم ہوگا کہ چہروں کی کھال اتر جائے گی۔ آگ کی دیوار 40 سال لمبی دیوار ہوگی، جس کے اوپر سے گزرے گا۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جہنمیوں کا یہ حال ہوگا۔ اس کو سن کر فوری دل دہلتا ہے۔ اب فوراً اس کا تقابل آگیا یعنی جنتیوں کا ذکر۔ اصحاب کہف کی ساری نیکیوں کو ذہن میں لے آئیں جو ان سے ہوئیں تو ان کا انجام دیکھ لیجیے۔ اور اپنے لیے بھی دعا کریں؛

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ اور (جو) ایمان لائے اور کام بھی نیک کرتے رہے تو ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

یعنی لوگوں کے احسن عمل کو ہم ضائع نہیں کریں گے۔

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـــِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے (اور) تختوں پر تکیئے لگا کر بیٹھا کریں گے۔ (کیا) خوب بدلہ اور (کیا) خوب آرام گاہ ہے۔

يُحَلَّوْنَ ان کو پہنائے جائیں گے، خود نہیں پہنیں گے بلکہ پہنائے جائیں گے اس میں عزت ہے، محبت ہے۔ جیسے عام لوگ تو خود پہنتے ہیں لیکن دلہن کو زیور پہنایا جاتا ہے، اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ان کو سونے کے

کنگن پہنائے جائیں گے۔۔ لفظ سُنْدُسٍ باریک ریشم کو کہتے ہیں۔ اور اِسْتَبْرَقٍ موٹے ریشم کو کہتے ہیں یعنی اوپر باریک ریشم یا پھر اس کے نیچے لائننگ ہو گی۔ وہاں بھی لوگ سی تھرو کپڑے نہیں پہنیں گے ۔مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ تختوں پر تکیئے لگا کر بیٹھا کریں گے۔ لفظ عَلَى الْاَرَآئِكِ ریک کی جمع ہے، یعنی دلہن کی مسہری، دلہن بیٹھی ہے اور کتنا خوبصورت ڈریس پہنا ہوا ہے۔ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۔ (کیا) خوب بدلہ اور (کیا) خوب آرام گاہ ہے۔

کہاں گئیں ان کی وہ دین کی مشکلیں، قربانیاں تڑپنا، تڑپانا۔ یہ ہے دین کے لئے محنت کرنے کا انجام ۔ اللہ کے لئے زندگی لگانے کا انجام کتنا خوبصورت ہے۔ جنت کو دیکھ کر صحابہ کرام کو تو مشکلات یاد بھی نہیں رہیں گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دور سے اُس شخص کو جنت دکھائی جائے گی جو ساری زندگی تکلیفوں میں رہا لیکن صبر کرتا رہا، بعد میں پوچھا جائے گا بتا کیا تکلیف آئی تھی جو تجھے صلہ دیا جائے تو کہے گا اللہ تیری ذات کی قسم میں نے تو آج تک کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سُنا۔ اور بالکل یہی اُلٹ معاملہ جہنمی کے ساتھ ہو گا، جو دنیا میں بڑا پھلتا پھولتا تھا، نعمتوں میں تھا اور قیامت کے دن خوفزدہ ہو گا کہ آج مجھ سے حساب ہو گا لیکن کہا جائے گا کہ جاؤ پہلے اس کو جہنم کا ایک دورہ کروا کے لاؤ اور جب دور سے جہنم کو دیکھ کے واپس آئے گا تو کہا جائے گا بتا تجھے دنیا میں کیا نعمتیں ملی تھیں، وہ کہے گا اللہ تعالیٰ آج تک میں نے تو نعمت کا نام ہی نہیں چکھا۔ یہ ہے دنیا جس کے لئے خوش ہے یا جس کے لیے روتے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے، بہترین طریقے سے اس کے احکام مانیں۔

کبھی اللہ کے نبی کا انجام سوچیں کہ جنت میں کیا مزے ہوں گے۔ کیا آپ کی زندگی میں جو مشکلات تھی اور اس کے باوجود دل مطمئن تھا، سکون میں تھا۔ بلال اور عمار کو سوچیئے، خباب بن ارت کو سوچیئے۔ تو پھر ہم اپنے لیے کیا سوچتے ہیں۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا
حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴿۲۱۴﴾

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔ دیکھو خدا کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے۔

کیا ہمیں کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ وہی کرتے جائیں گے جو سب کر رہے ہیں۔ اور خواہش ہے کہ جنت مل جائے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ تو دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت دے اور اللہ کے لئے اگر ہمیں اپنے اسٹیٹس اور معیار کو تھوڑا سا کم بھی کرنا پڑے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

استقامت کی وجہ سے دنیا میں بھی دین کے مزے ملیں گے آخرت کی تو بات ہی اور ہے۔ قرآن پڑھنے کے بعد حقیقت میں ہمیں اپنی فکر لگ جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کرے یہ فکر لگی رہے اور اگر سنتے رہیں گے تو یہ فکر لگی ہی رہے گی اور اگر چھوڑ دیں گے تو پھر فکر بھی ختم ہو جائے گی۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اصلاح والا بنا دے۔ آمین